۲۲ دسمبر ۱۹۷۳ء

ہفتہ وار

# ہماری زبان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر

آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۴۸

اداریہ

## لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی تیرھویں رپورٹ

لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی تیرھویں رپورٹ جو جولائی ۱۹۷۰ء سے جون ۱۹۷۱ء تک کی کیفیت پر مشتمل ہے مئی ۱۹۷۲ء میں صدر جمہوریہ کی خدمت میں روانہ کی گئی تھی اور مارچ ۱۹۷۳ء میں طبع ہوئی، پارلیمنٹ میں یہ حال میں زیر بحث آئی۔ کچھ ممبروں نے اس موقع پر لسانی اقلیتوں کی اُن شکایات کا پھر اعادہ کیا جو ابھی تک دور نہیں کی گئی ہیں۔ اردو کے سلسلے میں حال ہی جو ہمدردی سرکاری حلقوں میں ظاہر کی گئی ہے اُس کا اعتراف بھی ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا گیا کہ اردو کو جمہوری اور دستوری حقوق ابھی تک اُسے نہیں ملے ہیں اور اس معاملے میں قول اور عمل میں بڑی خلیج اب بھی موجود ہے۔ ہمیں امید تھی کہ رپورٹ پر اظہار خیال کے ساتھ ممبران پارلیمنٹ لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی سفارشات کی روشنی میں اس کے اختیارات کو بڑھانے اور اس کے دفتر کو مضبوط کرنے کے لئے بھی اصرار کریں گے مگر اخباروں کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام اظہار خیال ہو کر رہ گیا۔ ضرورت ہے کہ رپورٹ کا غور سے مطالعہ کیا جائے اور جو امور اس میں کھل کر سامنے آتے ہیں، انھیں حکومت اور عوام کے سامنے لایا جائے۔

ہر رپورٹ میں شروع میں اُن تحفظات کا ذکر کر دیا جاتا ہے جو دستور میں ہیں یا جن کی مرکزی حکومت نے ضمانت دی ہے یا ریاستی حکومتوں نے جنھیں تسلیم کیا ہے۔ اس کے بعد ہر ریاست میں ابتدائی تعلیم، ثانوی تعلیم، درسی کتب، اساتذہ، لسانی اقلیتوں کی زبانوں کے سرکاری کاموں میں استعمال، سرکاری ملازمتوں کے لئے تقررات، تحفظات پر عمل درآمد کے لئے مشنری اور کچھ متفرق باتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ آخر میں ضمیمے ہوتے ہیں جو اس لحاظ سے بہت اہم ہوتے ہیں کہ اُن میں ہر ریاست کے متعلق جو اعداد و شمار مل سکتے ہیں وہ درج کر دئے جاتے ہیں۔

اس رپورٹ کو پڑھ کر پہلا تاثر یہ ہوتا ہے کہ صدر، مرکزی حکومت، ممبران پارلیمنٹ اور ریاستی حکومتیں سب لسانی اقلیتوں کے کمشنر کے کام کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اس غریب کی سفارشات کو کوئی غور سے نہیں پڑھتا، ریاستی حکومتیں نہ اسے اعداد و شمار مہیا کرتی ہیں نہ اسے معلومات حاصل کرنے کے لئے سہولتیں دیتی ہیں۔ اس کے مراسلات کا برسوں جواب ہی نہیں دیا جاتا۔ کمشنر کے اسٹاف کے لوگ مختلف ریاستوں میں دورہ ضرور کرتے ہیں اور وہاں اُن سے وہ لوگ برابر ملتے ہیں جن کو شکایتیں ہیں مگر ریاستی حکام ان شکایات پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے، مثلاً برسوں کمشنر اصرار کرتا رہا کہ اُن طلبہ کے لئے جن کی مادری زبان ریاست کی سرکاری زبان سے مختلف ہے، ایڈوانس رجسٹر رکھے جائیں۔ پہلے تو اس کو ٹالا گیا اور جب بڑے اصرار کے بعد یہ اصول تسلیم کیا گیا تو اب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو رجسٹر رکھے گئے مگر اُن میں اندراج نہیں ہوا، یا رجسٹروں میں یہ درج نہیں ہے کہ طالب علم اردو

کے ذریعہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے یا صرف مضمون کی حیثیت سے اسے پڑھنا چاہتا ہے۔ دوسرے کمشنر بار بار توجہ دلا رہا ہے کہ اصولی طور پر ثانوی منزل پر بھی اُن طلبہ کی تعداد معلوم کی جائے جو اردو کے ذریعہ سے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس تعلیم کا انتظام کیا جائے، مگر ریاستی حکومت　جہاں تک اترپردیش کا تعلق ہے، ثانوی منزل پر صرف ہندی کے ذریعہ تعلیم کی اجازت دیتی ہے۔ تیسرے کمشنر پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ سرکاری ملازمتوں کے لئے ہندی کے لازمی پرچے کی قید ملازمت سے پہلے نہیں بعد میں ہونی چاہئے، مگر کوئی نہیں سنتا۔ اگر ضمیموں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اترپردیش میں ابتدائی منزل پر اردو کے ذریعہ سے تعلیم پانے والوں کی تعداد ۱۹۶۸-۶۹ء میں ۲,۲۷,۷۷۴ تھی اور ۱۹۶۹-۷۰ء میں اڑتالیس ضلعوں میں ۲,۱۵,۰۴۰ تھی۔ لیکن ۱۹۷۰-۷۱ء کے اعداد و شمار مہیا کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی گئی بہرحال ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ابتدائی تعلیم اردو میں حاصل کرنے والوں کی تعداد اترپردیش میں بڑھنے کے بجائے گھٹ رہی ہے۔ بہار کی حکومت نے تو ان تینوں سالوں کے اعداد و شمار مہیا کرنے کی سرے سے زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ ثانوی منزل پر بہار کی کوئی اطلاع نہیں ہے، اترپردیش میں ۱۹۶۸-۶۹ء میں ۲,۴۲,۶۱۰ طلبہ اردو مضمون کی حیثیت سے پڑھنے والے تھے اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے تین اسکولوں میں اردو ذریعہ تعلیم تھی ۱۹۶۹-۷۰ء میں طلبہ کی تعداد ۲۳,۴۷۲ تھی اور اسکولوں کی ہم مگر ۱۹۷۰-۷۱ء کی کوئی اطلاع نہیں۔ اعداد و شمار یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ کمشنر جب شکایات کے سلسلے میں ریاستی حکومتوں سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے سرے سے جواب ہی نہیں دیا جاتا۔

کمشنر نے بارھویں رپورٹ میں سفارش کی تھی اور اس کا پھر اعادہ کیا ہے کہ جب تک دستور کی دفعہ ۳۵۰ الف کی پابندی لازمی قرار نہیں دی جاتی حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ کمشنر نے یہ بھی کہا ہے کہ تحفظات پر عمل کرنے کے لئے کوئی قانونی ادارہ ہونا چاہئے۔ بڑے وزیروں کی کانفرنس یا علاقائی کونسلوں کے اجتماع بھی اس مسئلے پر پوری توجہ نہیں کر رہے ہیں۔

بہرحال ضرورت اس بات کی ہے کہ صدر جمہوریہ کمشنر کے اختیارات بڑھائیں، ہر ریاست میں اس کا دفتر منتقل کیا جائے، ریاستی حکومتوں کے لئے کمشنر کو معلومات مہیا کرنا اور اس کے مشوروں پر عمل کرنا لازمی ہو اور چونکہ کمشنر اپنی مجبوریوں کے باعث لسانی اقلیتوں کی اتنی مدد نہیں کر سکا جتنی توقع تھی اس لئے ضرورت ہے کہ دستور میں مناسب ترمیم کے ذریعہ مرکز کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ریاستوں سے لسانی اقلیتوں کے تحفظات کی پالیسی کو منوا سکے۔ موجودہ صورت میں تو شکایت کرنے والے اتنے بددل ہو رہے ہیں کہ وہ اب کمشنر کو بھی توجہ دلانے کے لئے تیار نہیں، کیونکہ وہ جان گئے ہیں کہ کمشنر غریب کی کوئی نہیں سنتا۔

---

## نئے سال کی تہنیت

ہماری زبان کے پڑھنے والوں کو نیا سال مبارک ہو خدا کرے یہ سال اُن کے لئے، اردو کے لئے اور ملک قوم اور انسانیت کے لئے بہتر ثابت ہو۔　　• ادارہ

## دو نوجوان شعراء کو پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری

ادبی و علمی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ نوجوان شاعر و ادیب صباح جامعی (کبیر احمد جائسی) کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "ترتیب و تصحیح دیوان تحیر بلگرامی" پر اور دہلی یونیورسٹی نے جامعہ ملیہ سے منسلک معروف شاعر و ادیب عنوان چشتی کو "جدید اردو شاعری میں ہیئت اور تکنیک کے تجربے" کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری عطا کی ہے۔

ادارہ ہماری زبان ان دونوں نوجوانوں کو مبارکباد دیتا ہے۔　　• نامہ نگار

---

ڈاکٹر وارث کرمانی

# یادِ یارِ مہرباں آید ہمی

۵۶-۱۹۵۵ء کا تعلیمی سال تھا میں لکھنؤ یونیورسٹی میں ایم اے انگریزی کا طالب علم تھا اس وقت بھی لکھنؤ میں خاصی علمی اور ادبی چہل پہل تھی یونیورسٹی کے اردو و فارسی شعبے میں سرور صاحب اور احتشام صاحب دونوں ہی موجود تھے جن کی وجہ سے وہاں خوب رونق تھی۔ ادھر شہر میں بھی بہت سے ادیبوں کا اجتماع تھا۔ ملا صاحب، حیات اللہ انصاری اور سلام مچھلی شہری مرحوم اس وقت تک دلی کے بجائے لکھنؤ ہی میں رہتے تھے۔ مجاز اپنی شاعری اور بذلہ سنجی سے شہر کو باغ و بہار کئے ہوئے تھے۔ منظر سلیم، مسیح الحسن رضوی، رتن لال، اقبال مجید، کمال احمد صدیقی اور عابد سہیل کی نوعمری اور ہنگامہ آرائی کا دور تھا باقر مہدی جا چکے تھے لیکن ان کی گونج باقی تھی اور کبھی کبھی وہ بمبئی سے آ کر محفلوں میں نزول اجلال فرماتے تھے۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کے جلسے سرور صاحب کی قیام گاہ نعمت اللہ روڈ پر ہر اتوار کو پابندی کے ساتھ ہوتے تھے جن میں نوجوان ادیب ترقی پسند روایت کے مطابق گرما گرم بحث کرتے اور باہم دوست ہونے کے باوجود محفل میں انتہائی بے مروتی اور طوطا چشمی کے مظاہرے کو علمیت اور سخن گستری کے لئے ضروری سمجھتے تھے اس کے نتیجے میں اکثر نوجوان ادیب باہم زور آزمائی سے لہولہان ہو جاتے اور ان پر شاہنامۂ فردوسی کا یہ شعر صادق آنے لگتا۔

تن از خوی پر آب و دہن پر ز خاک،
زبان گشتہ از تشنگی چاک چاک

ایسے حادثات کے سرزد ہو جانے کے بعد سرور صاحب یا احتشام صاحب کی متوازن اور ہمدردانہ رائے طبی امداد کا کام کرتی تھی اور افتادگان رزم گاہ اپنی اپنی گرد جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے اور محفل برخاست ہو جاتی۔

شعر و ادب کے ایسے ہی موسم میں ایک روز احتشام صاحب نے اعلان کیا کہ انجمن ترقی پسند مصنفین کے بانی سید سجاد ظہیر پاکستان سے واپس آ گئے ہیں اور لکھنؤ میں قیام پذیر ہیں انجمن کا آئندہ جلسہ ان کے خیر مقدم کے لئے مخصوص ہوگا چنانچہ دوسری اتوار کو سرور صاحب کے مکان پر انجمن کا وہ جلسہ منعقد ہوا جس میں بنے بھائی مہمان خصوصی تھے یہ پہلا موقع تھا جب میں نے ان سے دو بدو گفتگو کی۔ سرور صاحب نے ہم سب کا رسمی تعارف محفل کے شروع ہی میں کرا دیا تھا سب کے ساتھ انھوں نے میری بھی ایک غزل سنی اور فرداً فرداً سب سے بات بھی کی۔ مجھے ان کی جس ادا نے اپنی طرف کھینچا وہ ان کا مخصوص تخاطب تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں انھوں نے مجھے آپ کے بجائے تم سے مخاطب کیا اس تم میں اتنی دلداری اور حلاوت میں نے محسوس کی کہ آج تک اس کی یاد باقی ہے۔ دوران گفتگو میں انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ شیکسپیئر اور ملٹن میں تمہیں کون زیادہ پسند آیا میں نے جواب دیا شیکسپیئر انھوں نے وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ شیکسپیئر کے دروازے سبھی کے لئے کھلے ہیں مجھے بھی اس سے قربت محسوس ہوتی ہے ملٹن سے میں بے تکلف نہیں ہو پاتا وہ پیوریٹن ہے۔ بولے کہ اقبال بھی تو پیوریٹن ہیں میں نے جواب دیا کہ اقبال کو میں پیوریٹن نہیں سمجھتا اور ملٹن سے ان کو مماثل قرار دینا غلط ہے میری اس زبان درازی پر برہم ہونے کے بجائے وہ کچھ خوش سے ہوئے اور اس موضوع پر مزید بات کرنے کے لئے دوسرے ہی دن اپنے گھر مدعو کیا۔

آئندہ ملاقاتوں میں میری ان کی مشترک دلچسپی کا میدان اردو یا انگریزی کے بجائے فارسی ادب ثابت ہوا انھوں نے ایک علیحدہ فارسی انجمن کی تشکیل کا مشورہ دیا جسے میں نے جلد ہی عملی شکل دے دی۔ اس انجمن کا نام بھی انھوں نے "گلگشت" مقرر کیا اس کا پہلا جلسہ بھی ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی کے مکان پر کیا تھا جس میں ڈاکٹر نذیر احمد نے ایران سے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے تھے۔ اب لکھنؤ میں بنے بھائی سے میری ملاقات اکثر و بیشتر ہونے لگی تھی یونیورسٹی یا انجمن کے ادبی جلسوں کے علاوہ اولڈ کافی ہاؤس میں یا حضرت گنج کی سڑک پر کہیں نہ کہیں ملاقات ہو جاتی۔ ہفتہ میں ایک آدھ بار ان کے مکان پر بھی جانا ہو جاتا تھا اس زمانے میں رضیہ آپا کے علاوہ نیاز حیدر اور تقی حیدر بھی ان کے ساتھ رہتے تھے ان کے گھر پر ملاقاتیں بڑی گرم اور خیال انگیز ہوتی تھیں نیاز حیدر خاص طور سے اپنی وارفتگی اور ولولہ انگیزی سے گرمی محفل میں اضافہ کرتے رہتے تھے لیکن بنے بھائی کے مدھم لہجے کی مٹھاس اور زمزمہ ریزی اپنا علیحدہ لطف رکھتی تھی ان کی شخصیت میں قدیم و جدید کا عجیب امتزاج تھا ایک طرف وہ اردو فارسی ادب کے کلاسیکی سرمائے

کے بڑے قدر شناس تھے تو دوسری طرف جدید رجحانات بلکہ جدید لباس و پوشش میں بھی نئے تقاضوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ایک شام حضرت گنج میں چند ادیبوں کے ساتھ وہ ٹہل رہے تھے میں اور منظر سلیم دوسری طرف سے آکر گروہ میں شامل ہو گئے۔ اس وقت تنگ مہری کے پتلون کا نوجوان لڑکوں میں رواج ہوتا جا رہا تھا لیکن بیشتر اور سنجیدہ لوگ اسے اپنانے میں ہچکچاہٹ پیش کر رہے تھے منظر سلیم ہمارے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی چوڑے پائنچے کا پتلون پہنے تھے۔ خود بنے بھائی نے نوجوان کٹ پتلون پہن رکھا تھا منظر سلیم کو دیکھتے ہی جواب طلب کر لیا "تم کیسے ترقی پسند ہو جو ابھرتے ہوئے فیشن کے تقاضوں سے بے نیاز ہو اور وقت کے ساتھ نہیں چلتے ہو۔"

بنے بھائی شاعری پر جب گفتگو کرتے تو ان کا انداز بالکل نرالا اور منفرد ہوتا۔ مثال کے طور پر جب وہ حافظ یا فیضی پر بات کرتے تو ان کا بیان اگرچہ نثر میں ہوتا لیکن شعریت سے لبریز ہوتا وہ خشک ناقد کی طرح شعر کا پوسٹ مارٹم نہیں کرتے تھے بلکہ اسے زندہ و تابندہ شکل میں دوسرے تک پہنچاتے تھے اگرچہ اس کے لئے انھیں اٹک اٹک کر بولنا پڑتا اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر استعارے لانا پڑتے۔ یہ بات ادبی حلقوں سے پوشیدہ نہ ہوگی تاہم اسے دہرانے کی ضرورت ہے کہ ترقی پسند تنقید کے انتہا پسند رویے کو نرم اور معتدل کرنے میں ان کا خاص دخل رہا ہے۔ ایک زمانے میں ظ انصاری نے حافظ پر کچھ اعتراضات کئے تھے چونکہ ظ انصاری ایک ذمہ دار ترقی پسند ادیب تھے اور فارسی ادب پر بھی بہت اچھی نظر رکھتے تھے اس لئے بنے بھائی کو ان کے اعتراضات سے خاصی پریشانی ہوئی آخر کار حافظ سے متعلق ترقی پسند رویے کی وضاحت کے لئے انھیں ایک باقاعدہ کتاب لکھنا پڑی جو "ذکر حافظ" کے نام سے مشہور ہے اس کتاب میں انھوں نے ظ انصاری کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے حافظ کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔ غالباً ستمبر ۵۹ء کے "اردو ادب" میں میرا ایک مضمون "حافظ کا ذہنی ارتقا" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس میں اس کتاب پر میں نے تفصیلی بحث کی ہے۔

پچھلے دس پندرہ برسوں سے بنے بھائی کا قیام دہلی رہنے لگا تھا میرا علی گڑھ سے جب بھی دہلی جانا ہوتا تو وقت نکال کر ان سے ملنے کی کوشش کرتا اس طرف وہ امیر خسرو کی برسی منانے کے انتظامات میں مصروف تھے جسے ہند اور سوویٹ یونین کے تعاون سے منعقد کیا جانے والا تھا زیادہ تر گفتگو اسی موضوع پر ہوا کرتی پچھلے سال جب وہ جامعہ اردو کا خطبۂ تقسیم اسناد دینے کے لئے علی گڑھ آئے تو میں نے شعبۂ فارسی کی طرف سے ایک جلسہ ان کے آنے پر منعقد کیا تھا اس تقریب میں انھوں نے ہند اور سوویٹ یونین کے مشترکہ تہذیبی سرمائے پر روشنی ڈالتے ہوئے سوویٹ یونین میں ادبی سرگرمیوں کا تفصیل سے ذکر کیا جس سے سننے والوں کو اندازہ ہوا کہ وہاں کے لوگ بھی امیر خسرو، بیدل اور غالب کے بڑے مداح ہیں اور ہم لوگوں سے بہت سی باتوں میں جذباتی یکجہتی رکھتے ہیں اس وقت ہم لوگوں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ وہ ہم سے عنقریب ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں بظاہر موت تعجب کی چیز نہیں لیکن حرکت و عمل اور ایثار و محبت والے انسان کا کام کرتے کرتے اچانک ختم ہو جانا عالمی اعصاب کو زبردست دھچکا دیتا ہے سوچئے تو یہ اقلیم سخن کا نہ تھکنے والا سیاح انسانی تہذیب امن اور اخوت کے لئے اپنی ذاتی امارت اور عیش و آرام کو قربان کر کے اور زندگی کے کتنے پست و بلند سے گزر کر [illegible] کی سرزمین میں روپوش ہوا ہے۔

حزیں از پائے رہ پیمائی بسی سرگشتگی دیدم
سر شوریدہ بر بالین آسایش رسید اینجا

---

# جناب سکندر علی وجد کی راجیہ سبھا میں تقریر

سکندر علی وجد نے لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی تیرھویں رپورٹ پر راجیہ سبھا میں ۱۷؍نومبر سنہ ۷۲ء کو بحث میں حصّہ لیتے ہوئے کہا:-

عالی جناب ڈپٹی چیرمین!

اردو ہندوستان کی چھٹی بڑی زبان ہے۔ اس کے بارے میں آج مجھے اپوزیشن والوں سے کم اور اپنی پارٹی والوں سے زیادہ کہنا ہے۔ اسی لئے ؎

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

(شری بہادر شاہ ظفر) ’سبحان اللہ‘ سبحان اللہ سبحان اللہ

ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان ہیں لیکن صرف ڈھائی کروڑ مسلمانوں کی زبان اردو ہے۔ اب تو جن سنگھ والے بھی کہہ رہے ہیں کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے، لیکن وہ ایسا اس لئے کہہ رہے ہیں کہ کہیں چھ کروڑ بولنے والوں کے لحاظ سے اردو کا حق نہ مانگا جائے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس ملک میں اردو ترقی کرے۔ اب تک اردو کے ساتھ انصاف نہیں ہوا ہے۔ میں اردو زبان کا طالب علم ہوں۔ اس کی تاریخ اور ادب سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہوں۔ اردو کو پھیلانے میں ہندوؤں نے بڑا حصّہ لیا ہے۔ اردو کو مسلمانوں کی زبان کا لیبل لگا کر مسلم لیگ جیسی جماعتوں نے سیاسی طور پر اردو کا اور مسلمانوں کا سب سے زیادہ نقصان کیا ہے۔ ہمارے ملک میں جہاں لاکھوں کروڑوں اردو بولنے والے ہیں، اردو کو قتل کیا گیا ہے۔ اتر پردیش میں اردو بولنے والے ہندی پڑھ رہے ہیں کیونکہ اب اردو ان کو روٹی نہیں دے سکتی۔ اردو کی دوسری قتل گاہ آندھرا پردیش ہے۔ جہاں ہندوستان آزاد ہوتے ہی عثمانیہ یونیورسٹی سے اردو نکال دی گئی۔ کیا یہی ہمارا نیشنلزم ہے؟ بہار میں بھی یہی ہوا۔

مہاراشٹر میں اردو کو ہر قسم کی سہولت حاصل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہاں اردو والوں کو نوکری نہیں ملتی۔ لیکن اس کی وجہ اردو کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ وہاں تو اردو بولنے والے مرہٹی بھی جانتے ہیں۔ میں آج شری گڑ رے، شری گاڈگل، شری کلکرنی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مہاراشٹرا کوناچا؟ یعنی مہاراشٹر کس کا ہے؟ مہاراشٹر بننے پر شری یشونت راؤ چوہان نے کہا تھا کہ مہاراشٹر انھیں کا ہے جو مہاراشٹر کی خدمت کریں گے، لیکن بال ٹھاکرے صاحب کہتے ہیں جس شخص کے ماں باپ کی زبان مرہٹی نہیں ہے مہاراشٹر اس کا نہیں ہو سکتا۔ مہاراشٹر میں اس وقت کانگریس کی سرکار ہے اس کو اس مسئلے کا تصفیہ کرنا چاہیے ہم مرہٹواڑے کے باشندے جب اپنے پانچ ضلعوں کے ساتھ مہاراشٹر میں گئے، تب مہاراشٹر بنا ورنہ نہیں بنتا۔ آج دو دیہ میں دبی چنگاریاں موجود ہیں۔ میں تو نہیں چاہتا کہ مہاراشٹر کی تقسیم ہو جن کی مادری زبان مرہٹی ہے مہاراشٹر ان کا ہے ایسا کہہ کر بال ٹھاکرے جیسے لوگ غلطی کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مہاراشٹر بھی تقسیم ہو جائے۔ میں خود مہاراشٹر کا باشندہ ہوں۔ مہاراشٹر سے محبت رکھتا ہوں۔ مہاراشٹر کی خدمت بھی کرنا چاہتا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ اس مسئلے کا جلد تصفیہ کر دے۔ نہیں تو لوگوں کے دلوں میں شک پیدا ہو جائے گا۔

چند روز ہوئے بمبئی میں اردو کے ایک مسلمان ایم۔ اے نے کہا تھا کہ اردو ہندی میں صرف لپی کا فرق ہے تو بابو جگ جیون رام نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا کہ اس نے بڑی معرکے کی بات کہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے منسٹر صاحبان جس بات کو نہیں جانتے اس کے بارے میں کوئی رائے نہ دیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کانگریس والے اردو کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اردو کے شعر تو یہاں سب سے زیادہ اپوزیشن والے ہی سناتے ہیں۔ اردو میں بہت سے مذہبوں کی کتابیں ہیں۔ اس میں وید ہیں، اپنشد ہیں، گیتا ہے، دھمپد ہے، بائبل ہے اور کالی داس کے ڈرامے بھی ہیں۔ اردو میں اسلام پر بہت سا لٹریچر ہے لیکن اس میں اسلام کے خلاف بھی بہت سا لٹریچر ہے۔ آریہ سماج کی کتاب ستیارتھ پرکاش بھی اردو میں ہے اردو نے سب کی خدمت کی ہے۔ قتل چھپتا نہیں۔ قتل خود بولتا ہے۔ اردو کے قاتل تین صوبوں اتر پردیش، آندھرا پردیش اور بہار میں نشتر بانٹ گئیں۔

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔

اردو میں جو سب شریک ہونے کے نہیں
اس دیس سے یہ لوگ ٹھیک ہونے کے نہیں
ممکن نہیں شیخ امرا القیس بنیں
پنڈت جی والمیک ہونے کے نہیں

یہ فقط شاعری نہیں ہے۔ اردو تو ہمارے نیشن کی زبان ہے۔ اردو کی ترقی کے لئے ایجوکیشن (تعلیم) کو نیشنلائز کرنا ضروری ہے۔ اگر آپ ملک میں انٹگریشن (ایک جہتی) چاہتے ہیں تو اردو کے ساتھ انصاف کیجئے۔ ہمارا ہسٹری میں جیسی تاریخ لکھی جارہی ہے اس پر مجھے اعتراض ہے۔ اس میں ڈیسکریمنیشن (امتیازی برتاؤ) ہونے کا زیادہ مسالا ہے۔ اس کو درست کرنا چاہئے۔ مجھے پریشانی نہیں ہے کہ اردو کو کوئی اسٹیٹ نہیں ملا کیونکہ سارا ہندوستان اردو کا ہے۔ یہاں کوئی آسامی ہے کوئی بہاری، مدراسی ہے تو میں پوچھتا ہوں پھر یہاں ہندوستانی کون ہے؟ ہم سب اردو والے ہی ہندوستانی ہیں۔ اردو والے اس ملک کی خدمت میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ کچھ دن پہلے مجھے اردو لٹریچر کی ایک تالیف کا مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس میں ہمارے دریاؤں، پہاڑوں، شہروں، مذہبی کتابوں، رشیوں منیوں، شاعروں اور مذہبی کتابوں کے بارے میں دس جلدیں تیار ہوئی ہیں۔ یہ ہے اردو زبان کا لٹریچر جس پر اسلامی چھاپ ہونے کا اعتراض ہے!

(شری بہادر بیتاگی۔ اردو عاشقوں کی زبان ہے ہندی معشوقوں کی زبان ہے)

عاشقوں کے بارے میں بھی ایک شعر سنئے:

کفر کافر کو بھلا شیخ کو اسلام بھلا
عاشقاں آپ بھلے اپنا دلارام بھلا

اردو زبان کا مزاج صوفیانہ ہے۔ ہمارے شاعروں نے تو مولویوں کے خلاف بہت کہا ہے۔ کچھ دن ہوئے ایک دوست نے کہا تھا کہ جو شخص بندے ماترم نہیں گائے گا وہ وطن کا غدار ہے۔ مجھے بندے ماترم پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ اردو میں اس سے بھی زیادہ کہا گیا ہے۔ خود اقبال نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے!

میر کا بھی ایک شعر ہے ؎

کس عقیدت اور محبت سے تراشے ہیں صنم
کعبۂ اہل نظر ہے وہ جو ہے بت خانہ ترا!

اس لئے میں کہتا ہوں کہ جو سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا کو قومی گیت نہیں مانتا وہ بھی غدار ہے جو سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے کو قومی گیت نہیں مانتا وہ بھی غدار ہے جو اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کہتا ہے وہ بھی غدار ہے اور جو سارے مسلمانوں کو غدار کہتا ہے وہ بھی غدار ہے۔ ان قومی گیتوں کے کہنے والوں کی آواز اب تک گونج رہی ہے۔ یہ آواز جیلوں میں گونجی اور پھانسی کے تختوں پر بھی گونجی۔

میر کے دین و مذہب کو تم پوچھتے کیا ہو اُن نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

اس شعر سے اردو کا مزاج اور انداز معلوم ہوتا ہے۔ اگر پاکستان کی قومی زبان اردو ہے تو کیا ہوا۔ وہاں پنجابی بولنے والوں کی اکثریت ہے۔ اگر کل وہاں پنجابی قومی زبان بن گئی تو کیا ہم یہاں پنجابی کو چھوڑ دیں گے؟ علم اور عشق میں تعصب نہیں چلتا۔ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وطن چھوٹ جاتا ہے، مذہب چھوٹ جاتا ہے لیکن زبان نہیں چھوٹتی۔ اور کوئی زبان بری نہیں ہوتی۔ اقبال کہتا ہے ؎

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں
حرف محبت ترکی نہ تازی

(شری پیتمبر داس جین بولے:

سر رکھ دیا ہم نے در جاناں سمجھ کر
کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر)

کچھ دن ہوئے بابو جگجیون رام نے کہا تھا کہ سیالکوٹ کی لڑائی میں مسلمان سپاہیوں نے سخت مقابلہ کرکے پاکستانیوں کو پسپا کردیا تھا۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی تھی کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔

ہم نے لکھا ہے عہد وفا
ہم پہ الزام بے وفائی ہے

مجھے اب صرف اتنا کہنا ہے کہ اردو کا جو قانونی حق ہے وہ اس کو ملنا چاہئے۔ ہمارے آل انڈیا ریڈیو نے بھی جی بھر کے اردو کو قتل کیا ہے اور اردو کے ساتھ ہندی کو بھی جس طرح ہلاک کیا ہے اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ نہ اس کی ہندی سمجھ میں آتی ہے نہ اس کی اردو سمجھ میں آتی ہے۔ اس رپورٹ میں جتنی سفارشیں ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ میں تو ساری زبانوں کی حمایت کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ اب ہماری تحریک شروع ہوگئی ہے اور اردو کے لئے یوپی میں آج جو کام ہو رہا ہے وہ کل آندھرا پردیش

(باقی صفحہ ۸ کالم ۴ پر)

## انجمن کی خبریں

### یہ تھی دلّی — ادبی نشست

انجمن ترقی اردو دہلی کے زیر اہتمام جناب کوثر چاندپوری کی صدارت میں ایک ادبی نشست ہوئی۔ اس نشست میں دلّی کی ادبی، سماجی، تہذیبی زندگی پیش کی گئی تھی۔ پہلا مقالہ جناب ضمیر حسن نے پڑھا اس میں انھوں نے دلّی کی زبان کی روایات کو قائم رکھا۔ جناب گلزار دہلوی نے اپنے پُر از معلومات مقالے میں دلّی کے مشاہیر ادب اور یہاں کی پچھلے تین سال کی ادبی شعری زندگی کو پیش کیا۔ تیسرے مقالہ میں جناب طالب دہلوی نے دلّی کے ان مرحوم مشہور شعراء کو پیش کیا جن کی یاد بھی اب دلّی والوں کے ذہن میں باقی نہیں رہی۔ چوتھا مقالہ جنابہ حمیدہ سلطان صاحبہ نے پڑھا اس میں دلّی کی تہذیبی زندگی اور دلّی کی خواتین کے انداز بیان کو انھوں نے پیش کیا۔

نشست کے آغاز میں مرحوم سلام مچھلی شہری کی موت پر ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی جس میں مرحوم کی موت کو دنیائے ادب کا ایک بڑا سانحہ قرار دیا گیا۔ • آفس سکریٹری

### انجمن ترقی اردو ریاستی شاخ مہاراشٹر کا جلسہ

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر ریاستی شاخ کی تشکیل کے لیے ریاست کی متعدد مقامی شاخوں کے نمائندوں کا ایک جلسہ زیر صدارت مصطفیٰ فقیہ صاحب، صدر انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی، صابو صدیق پالی ٹکنک ہال میں منعقد ہوا، جس میں بمبئی، کلیان، بھیونڈی، مالیگاؤں، شولاپور اور بیڑ کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ریاست گجرات کے شہر بڑودہ کے نمائندے نے بھی بطور مبصر شرکت فرمائی۔

دسنوی صاحب نے تمام نمائندوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک ہر ریاست میں ریاستی شاخ اور اس کی ضلعی، مقامی اور ذیلی شاخیں قائم نہیں ہو جائیں گی، اس وقت تک اردو تحریک کی صحیح منزل کا تعین نہ ہو سکے گا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ خواب جو بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے دیکھا تھا کہ ایک اردو ہال ہوگا جہاں سے ہر قسم کی رہبری اردو والوں کو ملتی رہے گی اور جہاں سے اردو سے متعلق اعداد و شمار شائع ہوتے رہیں گے — آج دہلی میں اردو گھر کی شکل میں شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔ اس اردو گھر کی پہلی اور دوسری منزل تیار ہو چکی ہے۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ ان ۲۵ برسوں میں خود اردو والوں نے اس گھر کی تعمیر کے لئے صرف بیس ہزار روپیہ دیا ہے جبکہ حکومت ہند کی طرف سے دی ہوئی رقم سے ہی اب تک کام چلتا رہا ہے، جو لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ آج بھی اردو گھر کی تعمیر کے لئے لاکھوں روپے کی ضرورت ہے جس کے لئے اردو دوستوں کو دست تعاون دراز کرنا ہے۔

سید محمد زیدی صاحب نے بتایا کہ کس طرح کن کن اصحاب کی کوششوں کی وجہ سے کتنی جگہ شاخیں قائم ہو گئی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ دوران کوشش میں ان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی جگہ شاخیں قائم تھیں لیکن وہ بعض وجوہ سے اردو والوں کی بے حسی کا شکار ہو گئی تھیں۔ انھوں نے ان شاخوں کے نمائندوں کا بھی تذکرہ کیا جنھوں نے کسی نہ کسی مجبوری کے تحت آج کے اس جلسے میں شرکت سے معذوری ظاہر کی ہے جس میں بھساول، رتناگری، جلگاؤں، دھولیہ اور شاہدہ کی شاخیں ہیں۔

زیدی صاحب نے دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے نمائندوں کو اپنے خیالات کے اظہار کی دعوت دی۔ متعدد نمائندوں نے اردو اور انجمن کی تنظیم سے متعلق متعدد موضوعات پر اظہار خیال کیا۔

مصطفیٰ فقیہ صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ ہر ضلع کے اردو والوں کا فرض ہے کہ وہ ہر جگہ اپنے اپنے ضلع پریشد سے تعلقات قائم کریں، اردو اسکول اور اردو عوامی لائبریری کے قیام پر محنت کریں، بحث بازی کی ضرورت نہیں ہے، حکومت کی طرف دیکھنے سے بہتر ہے کہ اپنی قوت پر بھروسہ کیا جائے اور اپنے گھروں میں اردو کو زندہ رکھا جائے۔

زیدی صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ انجمن کے ترجمان "ہماری زبان" کے زیادہ سے زیادہ سالانہ خریدار ہر جگہ بنائے جائیں تاکہ اردو تحریک کے ہر موڑ کا علم ہر ایک کو ہوتا رہے۔

حاضرین کے متفقہ فیصلے سے دسنوی صاحب نے ریاستی شاخ کا دستور پڑھ کے سنایا جو بہ اتفاق رائے منظور ہوا اور پھر اسی دستور کے تحت عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا جو حسب ذیل ہے۔

صدر: مسٹر سکندر علی وجد، اورنگ آباد۔

نائب صدر: سید شہاب الدین دسنوی، قیوم حسن (بمبئی)، پروفیسر

نظام الدین گوربکی۔ جنرل سکریٹری۔ سید محمد زیدی۔ خازن۔ مصطفیٰ نقیب۔ جوائنٹ سکریٹری۔ احمد نسیم مینا نگری، عبدالمجید شاداب، نعیم زاہد۔

اراکین مجلس عاملہ

ڈاکٹر ظفر الاسلام ظفر، سید عارف، شیخ محبوب حسین، انجم رومانی، ابوبکر اکبر علی، پروفیسر صغرا شیخ، ابوبکر بخشی، سید شاہ حسین منیری، جمال علوی۔ • نامہ نگار

## سہسرام میں انجمن کی مقامی شاخ کی تنظیم جدید

سہسرام:- جناب سید معین عالم تمنا سہسرامی کنوینر ایڈھاک کمیٹی کی تحریک پر یہاں بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ کی تنظیم جدید کے لئے ایک جلسہ کیا گیا جس کی صدارت جناب ظفر رضوی نے کی۔

مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

صدر:- کامریڈ انور عبدالسلام

نائب صدر:- پروفیسر شستی کانت کھرے خادم ایس پی جین کالج

جنرل سکریٹری:- مفتاح الدین احمد علیگ۔

جوائنٹ سکریٹری:- اقبال عالم خاں۔ خازن:- برادر معین عالم

ان کے علاوہ مجلس عاملہ کے لئے چھ اراکین کا انتخاب ہوا۔

• جنرل سکریٹری

## انجمن ترقی اردو زیدپور کی میٹنگ

زیدپور (بارہ بنکی) انجمن ترقی اردو زیدپور شاخ کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب امیر حیدر ایڈوکیٹ صدر ضلع انجمن ترقی اردو ہوا، جس میں تقریر کرتے ہوئے جناب امیر حیدر نے کہا کہ آپ لوگ محنت کرکے انجمن کی زور دار ممبر سازی میں جٹ جایئے تاکہ آنے والے ضلع اور صوبائی انجمن ترقی اردو کے انتخابات میں حصہ لے سکیں اور اس طرح اردو زبان کی خدمات کریں۔ اس کے بعد اتفاق رائے سے زیدپور ایڈہاک کمیٹی کا انتخاب ہوا منتخبہ اراکین حسب ذیل ہیں۔

جناب عزیز احمد خاں صدر، محمد سعید صاحب، نائب صدر، محمد سلیم جنرل سکریٹری، ساجد اصغر، سکریٹری، محمد فاروق۔ جوائنٹ سکریٹری، محمد یوسف۔ خازن، محمد جلیل، پروپیگنڈہ سکریٹری، عمر علی انصاری، محمد شفیق انصاری، عبدالرؤف غلام دستگیر اور محمد وکیل صدیقی۔ • نامہ نگار

## انجمن ترقی اردو کھاتولی کی سرگرمیاں

کھاتولی:- انجمن ترقی اردو کھاتولی ضلع مظفرنگر میں اردو کی ترویج و ترقی کے لئے بھرپور کوشش کر رہی ہے انجمن کے سکریٹری اور ممبران نے گاؤں گاؤں دورہ کرکے پرائمری اور جونیر اسکولوں میں اردو ٹیچروں کے تقرر پر ذمہ داروں کو توجہ دلائی ہے اور بہت سے مقامات پر انہیں کامیابی ہوئی ہے۔ مگر اب تک کوششوں کے باوجود جن اسکولوں میں اردو ٹیچروں کا انتظام نہ ہو سکا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| جونیر ہائی اسکول | (لڑکوں کے لئے) | کوال |
| " | (لڑکیوں کے لئے) | " |
| پرائمری " | ( " " ) | " |
| | (لڑکوں کے لئے) | " |
| جونیر ہائی اسکول | ( " ) | بہادر پور |
| پرائمری اسکول | ( " ) | کھڑا چھپار |
| جونیر ہائی اسکول | ( " ) | کھائی کھیڑا |
| جونیر ہائی اسکول | ( " ) | تھانجھاپور |
| پرائمری اسکول | ( " ) | " |
| جونیر ہائی اسکول | (لڑکیوں کے لئے) | کھاتولی |
| جونیر ہائی اسکول | (لڑکے لڑکیوں کے لئے) | بڑھوسکند |
| پرائمری اسکول | " " " | " |
| " " | ( " " " ) | چرتوہ |
| جونیر ہائی اسکول | (لڑکوں کے لئے) | جڑودہ |
| پرائمری اسکول | ( " ) | نرہ |

دیگر دیہات کا دورہ جاری ہے مظفرنگر کا مکمل دورہ ہونے کے بعد اسکولوں کے اور نام ارسال کئے جائیں گے اس سلسلہ میں انجمن ترقی اردو کھاتولی کا ایک وفد ڈپٹی کمشنر(؟) اودھیکاری سے ملنے کے لئے جانے والا ہے۔ • نامہ نگار

---

(صفحہ ۲ سے آگے)

میں بھی ہوگا۔ ہماری کسی بھی زبان کے ساتھ نا انصافی ہو تو میں اس کے لئے بھی اسی طرح لڑوں گا جس طرح اپنی زبان کے لئے لڑ رہا ہوں۔ ایسے معاملوں میں ہم سب مل کر چلیں گے۔ شکریہ!

(اختصار اور تلخیص)

## اخبار و رسائل سے تراشے

### ہندی اردو میں کوئی جھگڑا نہیں

نئی دہلی: وزیراعظم اندرا گاندھی نے کل یہاں کہا کہ ہندی زبان الگ تھلگ رہ کر نہیں ترقی کر سکتی۔ اس کی ترقی تبھی ممکن ہے جب ملک کی دوسری علاقائی زبانیں بھی ساتھ ساتھ ترقی کریں۔

ناگری پرچارنی سبھا کی طرف سے ہندی انسائیکلوپیڈیا کی نظر ثانی شدہ پہلی جلد کا اجرا کرتے ہوئے مسز گاندھی نے کہا کہ حکومت ہر وہ ممکن اقدام کر رہی ہے جس سے تمام زبانوں کی ترقی ہو۔ انھوں نے کہا کہ مختلف زبانوں میں خیالات اور نظریات کا جب تک تبادلہ نہ ہوگا اس وقت تک ملک کی زبانیں ترقی نہیں کر سکتیں۔

مسز گاندھی نے کہا کہ اردو اور ہندی کے درمیان کوئی تنازعہ نہیں ہے اور جو لوگ یہ سوچتے ہیں وہ ہندی کے مفاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے یاد دلایا کہ ہندی میں اردو کے ہزاروں الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں۔

وزیراعظم نے زبانوں کے مسئلہ کو سیاسی رنگت دینے کے رجحان کی شدید مذمت کی۔ • قومی آواز، لکھنؤ

### اردو کی ۸۰ ہزار اصطلاحات

نئی دہلی: اردو کی ترقی کے لئے مرکزی سرکار نے جو بورڈ قائم کیا تھا اس نے گزشتہ دو برسوں میں ۸۰ ہزار سے زیادہ ٹیکنیکل اصطلاحات جمع کرلی ہیں۔ پریس ایشیا انٹرنیشنل نے یہ خبر دیتے ہوئے بتایا ہے کہ مختلف علوم اور شعبوں کی اس طرح ایک لاکھ اصطلاحات جمع کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا۔ جن موضوعات پر یہ اصطلاحات جمع کی جا رہی ہیں وہ ہیں علم الاجسام، علم حیوانات، علم نباتات، علم الارضیات، عمرانیات، میڈیکل سائنس، کامرس، لسانیات، تاریخ، سیاسیات، قانون، انتظامیہ، لائبریری سائنس اور ادبی تنقید۔ بورڈ کے پرنسپل پبلیکیشن افسر کے مطابق یہ بورڈ اصطلاحات جمع کرنے کے ساتھ ساتھ اردو انسائیکلوپیڈیا، اردو سے اردو اور انگریزی سے اردو ڈکشنری بھی تیار کر رہا ہے۔ اس وقت یہ اردو کی ۵۴ کتابیں شائع کر چکا ہے۔ • قومی آواز، لکھنؤ

### اردو کے پوسٹ گریجویٹ درجات جلد کھولنے کا اعلان

جونپور: یہاں راشٹریہ ڈگری کالج میں شعبہ اردو کے زیر اہتمام طلبہ کی اردو سوسائٹی بزم فروغ ادب کے افتتاح کے موقع پر کالج کے منیجر ملکیشور پرشاد نے کہا کہ اردو ہندی ہی کی مانند ایک قابل قدر زبان ہے جسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کالج کی مجلس انتظامیہ کے صدر جناب بہاری جین ایڈوکیٹ نے کہا کہ ایک دور تھا جب کہ اردو فارسی کا چراغ گھر گھر میں روشن تھا اور اس کے قدردانوں سے ملک بھرا ہوا تھا۔ اب پھر اس زبان کو اس کا صحیح مقام دینے کا وقت آ گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو کی شاعری کا مقابلہ دنیا کی کسی زبان کی شاعری نہیں کر سکتی۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر شیر احمد چودھری نے اردو اور اس کے رسم الخط کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے یہ محسوس کرتا ہوں کہ اردو ہماری تہذیب اور ہماری تاریخ کا ایک ایسا بنیادی پتھر ہے جسے نکال دینے سے ہم صحیح معنوں میں اپنی جگہ پر کھڑے نہیں رہ سکتے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ ہم دو سال کے اندر ہی کالج میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز شروع کر دیں گے اور اس کے لئے عمارت، لائبریری اور دیگر ضروریات کا فوری طور پر انتظام کریں گے۔

• قومی آواز، لکھنؤ

## دوسرے اداروں کی خبریں

### اردو کتابیں خریدنے کے لیے کتب خانوں کی درخواستوں کی تاریخ میں توسیع

لکھنؤ ۱۵ دسمبر اترپردیش اردو اکاڈمی نے اردو کتابیں، اخبارات و رسائل خریدنے کی غرض سے اترپردیش کے عوامی کتب خانوں کی طرف سے درخواستیں موصول ہونے کی آخری تاریخ میں ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۳ء تک توسیع کر دی ہے۔ درخواستیں اکاڈمی کے مقررہ فارم پر بھیجنا ضروری ہیں جو اترپردیش اردو اکاڈمی ۲۱۔ آر۔ کے۔ ٹنڈن روڈ لکھنؤ سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

• سکریٹری اردو اکاڈمی

### حلقۂ ارباب فکر دہلی کی تعزیتی نشست

حلقۂ ارباب فکر دہلی کی ایک خصوصی نشست پروفیسر جاوید وشسشٹ کی صدارت میں دلی کالج میں ہوئی۔

حلقے کے تمام اراکین نے پروفیسر ضیا احمد بدایونی، جناب سجاد ظہیر اور ڈاکٹر تارا چند کی وفات کو ملک اور دنیائے علم و ادب کے لیے "ناقابل تلافی نقصان" تصور کیا اور ایک تجویز کے ذریعے ان کے پسماندگان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔

• مراد کرہانی۔ پروپگنڈہ سکریٹری

### حلقۂ توازن دربھنگہ کی خصوصی نشست

دربھنگہ حلقۂ توازن دربھنگہ کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کی ایک نشست زیر صدارت جناب شاداں فاروقی منعقد ہوئی۔ نشست کے پہلے حصہ میں ممتاز ترقی پسند شاعر جناب سلام مچھلی شہری کے انتقال پُر ملال پر مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ایک قرار داد تعزیت منظور کی گئی۔

نشست کے دوسرے حصہ میں منظوم تخلیقات پیش کی گئیں، متعدد ممتاز شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

• سید رضی حسن

### ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملنے پر تہنیتی جلسہ

بھنڈارا: کامٹی کے ممتاز مدرس جناب یوسف انصاری صاحب کو اُن کے تحقیقی مقالے "ملوک چند محروم کی شخصیت اور شاعری" پر ناگپور یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری ملنے پر ایک تہنیتی تقریب جناب پروفیسر نثار الرحمن امتنا کی صدارت میں ہوئی۔ اس موقع پر کارکنانِ نوجوان مصنفین کی طرف سے جناب یوسف انصاری کو ایک تہنیت نامہ پیش کیا گیا اور ان کی تحقیقی کاوش کو سراہا گیا۔ بعد ازاں ایک شعری نشست ہوئی۔

• عبدالمتین سکریٹری ادارہ تعلیم الادب

# تبصرے

وحید اختر

## وقت کی صدیاں۔

مصنف: داؤد غازی
ناشر: کوکن اردو رائٹرز گلڈ، بمبئی، داپولی۔ ہم ضیلی ہل
صفحات: ۱۶۰ قیمت: ۴ روپے

کوکن کا علاقہ اردو کے حق میں کوئی خاص مردم خیز نہیں رہا۔ لیکن داؤد غازی کی شاعری اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ یہ علاقہ بھی اردو شعر و ادب کے لئے اجنبی نہیں۔ کوکن کے شاعروں میں داؤد غازی کی سی مقبولیت اور اہمیت شاید ہی کسی کو حاصل ہوئی ہو۔ ان کی جواں مرگی نے ان کی ادبی کاوشوں کو اور بھی عزیز تر بنا دیا۔ اجی زصد لیقی، اختر الایمان، باقر مہدی، محافظ حیدر، ڈاکٹر عبدالستار دلوی اور یعقوب راہی ایسے افراد نے جو اپنے ادبی تصورات و عقائد کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، یک زبان ہو کر اس شعلۂ مستعجل کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جس کا نام تھا داؤد غازی۔ باقر مہدی نے سوالوں کا سوال کے عنوان سے داؤد کی موت پر جو نظم لکھی ہے وہ بھی شریک اشاعت ہے۔

کتاب کا نام اجنبی ہونے کی وجہ سے کھٹکتا ہے، مگر کلام کا مطالعہ ہمیں ایک ذہن سے روشناس کرتا ہے جو ہمارے عہد کے لئے آشنا، بلکہ ہمارا ہی ایک حصہ ہے۔ اس مجموعے میں نظمیں بھی ہیں، غزلیں بھی اور قطعات بھی۔ اور سب شاعر کے حساس ذہن، اس کی تخلیقی صلاحیت اور اظہار پر اس کی قدرت کے شاہد ہیں۔ داؤد غازی کے یہاں ترقی پسندی کے سماجی تصورات اور جدیدیت کے ادبی رویوں کا بڑا خوبصورت امتزاج ملتا ہے۔ اگر زندگی اس شاعر کو کچھ اور مہلت دیتی تو وہ یقیناً جدید شاعری کے منفرد نمائندوں میں شمار ہوتا۔ اب بھی یہ مجموعہ اپنی معنویت اور حسن کے لحاظ سے منفرد ہے۔

کاغذ، کتابت، طباعت، سرورق نہایت نفیس ہیں۔ یہ کتاب چار روپے میں بذریعہ الزماں خادر، سکریٹری کوکن اردو رائٹرز گلڈ، ہم ضیلی ہال، داپولی (رتناگیری) سے منگوائی جاسکتی ہے۔

## صحرا کا سفر

مصنف: راہی قریشی
ناشر: ولا اکیڈمی، عزیز باغ، سلطان پورہ
حیدرآباد ۲۴

صفحات: ۱۱۲ قیمت: ۳ روپے ۵۰ پیسے

"صحرا کا سفر" ایک ایسے شاعر کا گلدستۂ غزل ہے جس کی ابتدائی تربیت اورنگ آباد (دکن) میں، تعلیم جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد) میں اور شعری نشو و نما گلبرگہ (کرناٹک) کے ایک کالج میں اردو کی تدریس و تحقیق کے ساتھ ساتھ ہوئی۔ راہی قریشی اردو کی شعری دنیا میں چاہے زیادہ جانے پہچانے نہ ہوں، لیکن ان کی شاعری کی عمر تقریباً بیس برس ہے۔ وہ اردو کے طالب علم رہے اور پچھلے چندرہ سولہ برس سے اردو ادب کے استاد ہیں۔ اس لحاظ سے اردو زبان سے ان کی ماہرانہ واقفیت اور اردو شاعری کی روایت سے ان کی فنکارانہ شناسائی کسی مزید شہادت کی محتاج نہیں۔ وہ غزل کے شاعر ہیں، اور غزل بھی خالص غزل۔ اس سلسلے میں یہ بحث کہ جدید تجربات سے اُن کی غزل ہم آہنگ ہے یا نہیں، بے محل ہے۔ مجموعے کے تین مقدموں میں وہ متضاد خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ غزل ہو یا کوئی اور صنف سخن اس پر کوئی لیبل لگانا یوں بھی شعر کے ساتھ زیادتی ہے۔

راہی قریشی ان شاعروں میں سے ہیں، جو شاعری کو تہذیب کا لازمہ اور غزل کو اس کا سب سے معتبر وسیلہ سمجھتے ہیں۔ راہی قریشی کی غزلوں میں اردو تہذیب کی صدیوں کی روایات رچی بسی ہیں۔ وہ زبان و بیان کے معاملے میں محتاط ہیں۔ اسی لئے انھوں نے جدید غزل کی جدتوں کو نہیں اپنایا، مگر ایک تعلیم یافتہ، باشعور اور حساس فرد ہونے کی حیثیت سے اپنے عہد کے روحانی کرب اور ذہنی انتشار کا تجربہ ضرور کیا ہے۔ "صحرا کا سفر" عنوان سے لے کر متفرق اشعار تک شاعر کے اس سفر و تجربے کی روداد ہے۔ اس کے لئے انھیں کسی مقدمہ نگار سے سند لینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ شاعری خود اپنا مقدمہ ہوتی ہے۔

"صحرا کا سفر" ضخیم ہے نہ متنوع۔ لیکن شاعر کے مزاج کا آئینہ دار ضرور ہے۔ اسے راہی قریشی کے اگلے سفر کی تمہید سمجھنا چاہئے اور اس لحاظ سے اس کی

پذیرائی ضروری ہے۔

یہ کتاب ولا اکیڈمی، عزیز باغ، سلطان پورہ، حیدرآباد سے تین روپے پچاس پیسے میں منگوائی جا سکتی ہے۔

---

محمد الغفار اللہ

**صحیفۂ بشارت۔**

مصنف: مبشر علی صدیقی

پبلیشر: سردار ہر بھجن سنگھ تھاپر، منیجر رسالہ رہنمائے تعلیم دریا گنج، دہلی ۶

صفحات: ۲۴۰، قیمت: ۴ روپے

جناب مبشر علی صدیقی کہنہ مشق، کہن سال صاحب قلم ہیں۔ گورنمنٹ انٹر کالج بریلی کے سابق پرنسپل ہیں۔ عمر عزیز کے بیش قیمت لمحات درس و تدریس میں گزرے ہیں۔ طالب علموں کی خاطر بکثرت مضامین لکھے اور ان کے مختلف مجموعے مختلف اوقات میں شائع کئے ہیں۔ پہلا مجموعہ ۱۹۴۳ء میں ملک کے مسلم الثبوت دانشور اور صاحب نظر نقاد پروفیسر آل احمد سرور کے "تعارف" کے ساتھ چھپا تھا۔ یہ تعارف بجائے تو و ایک نہایت قابل قدر مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے جس سے کئی نئی اور مفید باتیں سامنے آتی ہیں۔ صدیقی صاحب کے مضامین رفتہ رفتہ علمی حلقوں میں مقبول ہوتے رہے اور ۱۹۵۱ء میں ان کی جملہ تصانیف کو سامنے رکھ کر جناب ظفر علی سید نے ایک مفصل مضمون شائع کیا اسی "تعارف" اور اس مضمون کے مطالعے سے صدیقی صاحب کے مضامین کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

"صحیفۂ بشارت" صدیقی صاحب کے مضامین کا انتخاب ہے اس انتخاب کے سلسلے میں خود ان کا بیان ہے کہ:

> ناشروں سے معلوم ہوا کہ میری کوئی کتاب اب اسٹاک میں نہیں ہے میرے پاس بھی ان کی صرف ایک ایک کاپی رہ گئی ہے۔ لہٰذا ان تینوں کتابوں کے مضامین کا بہت محنت سے میں نے انتخاب کیا اور جدید مواد کی روشنی میں ان پر نظر ثانی کی۔ کئی مضامین میں جزوی رد و بدل کرنا پڑا لیکن ان کا اصل ڈھانچہ وہی رکھا گیا جو پہلے

تھا۔ (ص ۷)

اس مجموعہ میں بعض نئے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں اور اس طرح اسے مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مضامین سب کے سب طلبہ کے نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں بلکہ ان کے نقطۂ نظر سے اگر یہ کہا جائے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے تو بھی غالباً مبالغہ نہ کہا جائے مضامین کی مجموعی تعداد پندرہ ہے۔ ان کے علاوہ سات تبصرے بھی شامل کتاب ہیں۔ شروع میں پروفیسر آل احمد سرور کے لکھے ہوئے مذکورہ "تعارف" اور جناب ظفر علی سید کے مضمون کے علاوہ شیام موہن لال صاحب جگر بریلوی کا "پیش لفظ" بھی موجود ہے۔ ان سے کتاب اور اس کے مصنف دونوں کی بابت خاصی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

امید ہے کہ طلبہ اور ضرورت مند حضرات اس کتاب سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔

---

## کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

### ۱۔ دھار کی واپسی

احمد عظیم آبادی:

آزاد کتاب گھر، ساکچی جمشید پور

صفحات: ۱۰۳، قیمت: ۲ روپے

---

### ۲۔ نقش ناتمام

مانوس بہسرامی

مانوس بہسرامی محلہ حویلی آدم خاں، بہسرام بہار۔

صفحات: ۸۰

قیمت: دو روپے

—×××—

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپوایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا